سعید بن زید کے حوالہ سے بیہقی نے ابو سعید خدری کے حوالہ سے اور موسیٰ بن عُقبہ صاحب المغازی نے عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالہ سے عمدہ سند کے ساتھ یہ روایات نقل کی ہیں۔ اس کے بعد آنجناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس خاطر سے چھ مہینے خانہ نشین رہے اور پھر ان کی وفات کے بعد دوبارہ تجدید بیعت کرکے کاروبار خلافت میں ویسی ہی دلچسپی لینی شروع کی جیسی ان کے شایان شان تھی۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اور علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو چکی تو ابو سفیان نے آکر ان سے کہا کہ "یہ کیا غضب ہوگیا؟ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی کیسے خلیفہ بنا دیا گیا؟ اے علی اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں"۔ اس پر انہوں نے جو جواب دیا وہ سننے کے قابل ہے۔ فرمایا "اے ابو سفیان، تم ساری عمر اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی کرتے رہے، مگر تمہاری دشمنی سے نہ اسلام کا کچھ بگڑ سکا نہ اہل اسلام کا۔ ہم ابوبکر کو اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں"۔

چھوٹے ہوئے فرائض شرعیہ کی قضا کا مسئلہ

سوال: ایک مولانا نے ایک جگہ لکھا ہے: "وہ قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔۔۔ ۔۔۔ جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا"۔

اس اصول کی عقلی حیثیت کسی دلیل کی محتاج نہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ شریعت ہمارے کسی عقلی اصول کو تسلیم کرکے اس پر اپنے مسائل کی بنیاد رکھے۔ ادھر ہم مسلمانوں کی غالب اکثریت کا یہ حال ہے کہ ہر شخص پر ایک زمانہ تھوڑا یا بہت جاہلیت کا گزر چکا ہے جس میں نہ نماز کا خیال نہ روزے کی پروا، اس لیے قضا نمازوں کے لازم فی الذمہ ہونے سے بہت ہی کم لوگ خالی ہیں۔

اب اس مسئلے سے حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۰ کیا واقعی جب تک کوئی فرض نماز باقی فی الذمہ ہے نوافل (جن میں سنن رواتب

بھی داخل ہیں، مقبول نہ ہوں گے۔

جو لوگ اس حالت میں کہ قضا نمازیں ان کے ذمہ باقی ہیں) ہر نماز کے ساتھ سنتیں اور نفلیں پڑھتے ہیں ان کی سنتوں اور نفلوں کا کیا ہوگا کیا وہ ضائع جائیں گی یا قضا نمازوں میں محسوب ہونگی۔

یہ اصول تو عام اور ہمہ گیر ہے یقیناً نمازوں کے ساتھ اس کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں تو کیا روزوں اور دیگر فرائض شرعیہ میں بھی یہی اصول جاری ہے؟

خصوصیت کے ساتھ زکوٰۃ کے متعلق وضاحت فرمایئں۔ اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے لیکن نفل صدقات دیتے رہتے ہیں مثلاً کبھی کوئی چیز پکوا کر فقراء کو تقسیم کر دی کسی نیک کام میں چندہ دے دیا، سائلوں کو پیسے دے دیئے۔ اسی طرح زمیندار اور کاشتکار حضرات عشر ادا نہیں کرتے لیکن برداشتِ فصل کے موقعہ پر جمع شدہ سائلین کو کچھ دے دیتے ہیں اور سارا سال گداگروں کو ان کے گھر والوں کی طرف سے مٹھی آٹا اور غلہ دیا جاتا رہتا ہے۔ اس طرح دیتے وقت نہ ان کی نیت عشر اور زکوٰۃ کی ہوتی ہے نہ انہوں نے عشر اور زکوٰۃ کا کوئی حساب کر رکھا ہوتا ہے۔

اس طرح کے اخراجات کی شرعی حیثیت کیا ہوگی کیا وہ سب دیا دلایا ضائع جا رہا ہے یا عند اللہ عشر اور زکوٰۃ میں محسوب ہو رہا ہے؟

اس اصول پر کہ جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا، دلیل کی حیثیت سے جو قولہ تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؟ کیا کسی حدیث میں عمل صالح کی تفسیر فرائض اور الکلم الطیب کی نفلی اذکار کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

جواب: آپ کے تمام سوالات جس وجہ سے پیدا ہوئے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ ایک صحیح مسئلہ ذرا غلط طریقے سے بیان کر دیا گیا ہے۔ کسی عمل کا قبول کرنا یا نہ کرنا انسانوں کے اختیار میں

نہیں ہے، خداوند عالم کے اختیار میں ہے۔ اگر کسی کے ذمے فرضوں کی قضا لازم ہو اور فرض کی قضا ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاص کی بنا پر سنن و نوافل بھی ادا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس خلوص کو رد فرما دے، ہاں، اگر فرض کی قضا سے غافل رہ کر یہ کام کرے تو امید نہیں کہ یہ فعل اللہ کے ہاں مقبول ہوگا، کیونکہ فرض کی قضا بمنزلہ قرض ہے، اور فرض ادا کرنے سے غفلت برت کر خیرات کرتے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

البتہ جن لوگوں نے اپنی زندگی میں ایک زمانہ حالتِ جاہلیت میں گزار دیا ہو اور اس میں بے شمار نمازیں چھوڑ دی ہیں ان کے لیے پچھلی قضا بھی ادا کرنا اور سنن و نوافل بھی پڑھنا مشکل ہے۔ اس میں اندیشہ ہے کہ اکثر کسل کی بنا پر وہ قضا ادا کرنے سے رہ جائیں گے۔ اس کے برعکس اس میں بڑی سہولت ہے کہ ہر وقت کی فرض نماز کے ساتھ جتنی سنتیں بالعموم پڑھی جاتی ہیں ان کو سنت کی نیت سے پڑھنے کے بجائے آدمی پچھلے چھوٹے ہوئے فرائض کی قضا کے طور پر پڑھتا رہے یہاں تک کہ اس امر کا گمان غالب ہو جائے کہ پچھلی سب قضائیں ادا ہو چکی ہیں۔ اس طرح آدمی بغیر کسی دقت کے بآسانی اس فرض سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

آپ پڑھی ہوئی نمازوں کے ضائع ہونے یا نہ ہونے کا قصہ چھوڑیں۔ اب جبکہ مسئلہ آپ کو معلوم ہو گیا ہے تو آئندہ تمام سنتیں اور نوافل پچھلے چھوٹے ہوئے فرضوں کی نیت کر کے پڑھنا شروع کر دیں۔

چھوٹی ہوئی نمازوں ہی کی طرح قضا روزوں کا معاملہ بھی ہے۔ جس کے فرض روزے چھوٹ گئے ہوں وہ نفل روزے رکھنے کے بجائے فرض کی نیت سے پچھلی قضا کیوں نہ ادا کرے۔

یہی معاملہ زکوٰۃ کا بھی ہے۔ آپ خود سوچیے، آخر یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ جس کے ذمہ فرض زکوٰۃ واجب ہو وہ اسے تو ادا نہ کرے اور یوں خیرات کرتا پھرے۔ آخر کیوں نہیں وہ اسی خیرات کو زکوٰۃ کا حساب لگا کر ادا کرتا۔ ضائع کرنے یا قبول کر لینے کے اختیارات تو اللہ کو ہیں مگر جو بات ہماری اور آپ کی عقل میں آجاتی ہے کہ فریضے سے غفلت برت کر نوافل ادا کرنے میں کوئی

معقولیت نہیں ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں کی سمجھ میں اتنی بات بھی نہ آئیگی؟ اگر وہ پوچھیں کہ جو کچھ میں نے لازم کیا تھا وہ تو تو نے ادا نہیں کیا اور اپنی خوشی سے یہ سب کچھ دے آیا تو آخر کسی کے پاس اس کا کیا جواب ہو گا۔

آپ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق میرے علم میں کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ الکلم الطیب سے مراد نفلی اذکار اور عمل صالح سے مراد فرائض ہیں۔ جن صاحب نے یہ استدلال پیش کیا ہے، آپ انہی سے دریافت کریں، ممکن ہے کہ ان کے علم میں ایسی کوئی حدیث ہو۔ البتہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے کہ الکلم الطیب سے مراد اللہ کا ذکر ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض ہیں۔ اور یہ بھی انہی کی رائے ہے کہ جو فرائض ادا کرے اس کا عمل اس کے ذکر اللہ کو لے کر اوپر صعود کرے گا، مگر جو محض ذکر کرے اور فرائض ادا نہ کرے اس کا ذکر رد کر دیا جائے گا۔